مسلکِ اہلحدیث کا علمی اور دینی ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

لاہور پاکستان

جلد ۳۶ — ۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ — جمعۃ المبارک — ۱۰ اگست ۱۹۸۴ء — شمارہ ۳۲

مندرجات

مدیر مسئول: محمد عطاء اللہ حنیف

حافظ صلاح الدین یوسف — علیم ناصری ایم اے

سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

عبدالعزیز خالدؔ

اُمّتِ مرحومہ

قانون سے کد ہے اسے انصاف سے وحشت
نکلی نہ قرابات و قبائل سے یہ اُمّت

کُل ملک و متاع اس کی پراگندہ خیالی
ہے خیر سگالی کی اُمید اس سے حماقت

اقدار سے دلچسپی ہے بس قول کی حد تک
ہے زندگی اس کی ہوسِ زر سے عبارت

آزاد ہیں افسانہ و افسوں کے لئے لب
لیکن نہیں اظہارِ غمِ دل کی اجازت

کرتے ہیں تلاوت پہ تدبر نہیں کرتے
اے وائے زبوں مائیگیٔ فکر و فراست

پہچان ہے اے اُمّتو اس خیرِ امم کی
خود رائی و ناداریٔ ادراک و درایت

وہ خالقِ اکبر بہ وجودِ متکبّر
کرتا ہے صداقت سے جو قوموں کی عدالت

لیتا نہیں مطلق اثرِ زہدِ ریائی!
کرتا نہیں بے وجہ کسی کی بھی رعایت

دیتا نہیں بے حسنِ عمل فوق کسی کو
ہے شانِ کرم اس کی مساواتِ محبّت

مقرونِ اجابت ہو دعا میری تو کیسے
حاصل ہے مجھے اوروں پہ کیا فوق و فضیلت

کیوں کذب سے اعلانِ برائت نہ کروں میں
ہے کارِ سخن میرے لئے بارِ امانت

کیسے کروں اس قوم کی میں مدح سرائی
افیون کا دے کام جسے حرفِ شفاعت

فون دفتر الاعتصام
۵۴۴۰۶
جلد ۳۶
شمارہ ۱

”اتحادِ ملت“ کے پیچھے سیاسی مقاصد نہیں ہونے چاہئیں

پاکستان میں روزِ اول سے یہ روش چلی آ رہی ہے کہ سیاستدانوں کو جب کسی حکومت کے خلاف تحریک چلانے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ایک مشترکہ نعرہ ایجاد کرکے عوام کو بدنظمی پر اکساتے اور اپنے مخصوص مفادات کی خاطر انہیں سڑکوں پر لے آتے ہیں۔ چشمِ فلک نے یہاں ایسے بہت سے مناظر دیکھے ہیں اور عوام نے کئی دفعہ ایسے ”تماشوں“ کے لئے سیاست دانوں سے تعاون کیا ہے۔ گزرے ہوئے ادوار کا ذکر یہاں بے محل ہے۔ البتہ سابقہ حکومت کی تبدیلی کے لئے ۱۹۷۷ء میں جو نظامِ اسلام کی تحریک چلی تھی اس نے ملک میں مارشل لاء کی حکومت کو مستحکم کیا ہے۔ اس وقت تو جنرل ضیاء الحق کو قوم کا ”نجات دہندہ“ سمجھا گیا تھا مگر اب جب کہ یہ حکومت طول پکڑ گئی ہے تو اس کی تبدیلی کے لئے پہلے تحریک جمہوریت چلائی گئی جو اپنے آپ دم توڑ گئی۔ پھر کچھ سیاسی جماعتوں کے ”اتحاد“ بننے شروع ہوئے مگر ان کے پیچھے بھی چونکہ محض سیاسی مقاصد تھے، اس لئے وہ سب ناکام ہو گئے۔ اب چند روز سے ”اتحادِ ملت“ کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ ہمارے دوست ”جماعتِ اسلامی“ والے مختلف علاقوں میں تقریبات سے خطاب کرتے رہتے ہیں اور لوگوں کو فروعی مسائل ترک کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ”اتحادِ ملت“ سے بڑھ کر اس وقت کوئی اور مسئلہ اہم نہیں ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک ملت میں ہم آہنگی، یگانگت، رواداری اور باہمی الفت نہ ہوگی ہم کسی میدان میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ارشاداتِ ربانی اور فرمودات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ”ملت“ کا تصور ہی اتحاد و اتفاق میں ہے۔ اور ”جماعت“ کی بنیاد ہی اجتماعیت پر ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے مقررین اور زعمائے ملت اپنی تقاریر میں ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا.....“ تو پڑھتے ہیں اور اپنی تقاریر کو نیل کے ساحل سے خاکِ کاشغر تک حرم کی پاسبانی کے لئے ایک ہونے کی دعوت سے چٹخے دار تو بنا لیتے ہیں مگر ان کے اندرونی مقاصد اقتدار کی ہوس سے آگے نہیں بڑھتے۔ آیات و احادیث سے ہنگامی کارا ئیوں کا کام لیا جاتا ہے اور دعوتِ اتحاد سے وقتی مقاصد کی تکمیل کا راستہ ہموار کیا جاتا ہے۔

ہم اپنے دوستوں سے گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اتحادِ ملت میں اگر واقعی مخلص ہیں تو اس کے لئے سیاسی مقاصد کو سامنے نہ رکھیں۔ وہ تمام مکتبہ ہائے فکر کو قرآن و سنت پر جمع ہونے کی تلقین فرمائیں۔ ان کے دینی عقائد کو

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم، مطبع: ادمنی پرنٹرز، لاہور، ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف، مقام اشاعت: شیش محل روڈ، لاہور

ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کریں۔ تمام بدعات و منکرات جو بعض
زبانوں کے اندر عقیدے کی حد تک راسخ ہو چکی ہیں، کی تردید و
تغلیط میں لومۃ لائم سے نہ گھبرائیں۔ اور اسلام کے اصل مطلوبہ
اتحاد کی جانب قدم بڑھائیں۔ جب تک لوگوں میں عقائد کی
ہم آہنگی نہ ہوگی وہ نہ فروعات کو چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنے مزعومہ
اصول سے قطع نظر کر سکتے ہیں۔ اور صحتِ عقائد کی بنیاد
وہ حدیث رسولؐ ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ تَرَکْتُ فِیْکُمْ
اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ
اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ (موطا امام مالکؒ)

(ترجمہ) میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا
ہوں اگر ان کو (مضبوطی سے) پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے
(اور وہ ہیں) کتاب اللہ اور میری سُنّت"

اسی حدیث کی روشنی میں ہمیں اپنے اصول و فروع کا
تعین کرنا چاہیئے۔ فروعات جن کا ذکر بار بار داعیانِ اتحاد کی
زبان پر آتا ہے وہ عام طور پر "مقلدین و غیر مقلدین" کے
متنازعہ مسائل کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ یعنی فاتحہ خلف الامام،
رفع الیدین اور آمین وغیرہ ۔۔۔ حالانکہ یہ احادیث صحیحہ کے
مطابق عبادات (نماز) کا حصہ ہیں۔ اصل فروعات تو آپ کے
فقہی مسالک ہیں۔ حنفیت، حنبلیت، مالکیت اور شافعیت
(مع جعفریت) متذکرہ حدیث مبارکہ کے مطابق اسلام میں
کتاب و سُنّت کے علاوہ کسی مسلک کے تعین کی گنجائش نہیں۔
لہٰذا ہم ان دوستوں کی خدمت میں بصد ادب گذارش کریں گے
کہ اتحادِ ملت کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھیں اور جب قوم اس
پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے گی تو اقتدار اور نفاذِ اسلام کا مسئلہ
بھی از خود حل ہو جائے گا ......!!

قصاص و دیت کا مسودۂ قانون

قصاص و دیت کا مسودہ، نظریاتی کونسل، خصوصی
کمیٹیوں اور وفاقی مجلس شوریٰ کی بحث و تمحیص کے طول اطل
کے بعد، جس میں کئی سال بیت گئے۔ بالآخر قبولیت کے بعد
صدرِ مملکت جناب جنرل ضیاء الحق کی میز پر آخری منظوری
کے لئے پہنچ گیا ہے۔ اس قانون کے پاس ہونے پر ملک بھر کے
علماء، دانشور اور اہلِ علم اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں سوائے
چند مغرب زدہ خواتین کے ۔۔۔

ہم فی الحال کسی تفصیل میں جائے بغیر صرف یہ عرض
کریں گے کہ صدرِ مملکت کی منظوری کے بعد اس قانون کے نفاذ
کی فوری ضرورت ہے۔ خدا کرے اس کا نفاذ ہو جائے اور اس
کے مطابق اس قانون پر پورا پورا عمل کیا جائے ۔۔۔ یہاں اصل
مسئلہ قوانین بنانے کا نہیں ان کے نفاذ کے ساتھ ساتھ عد
ان پر عملدرآمد کا ہے۔ اس سے پیشتر حدود آرڈیننس وغیرہ
کا نفاذ تو کیا گیا ہے مگر کسی جگہ اس پر عملدرآمد ہوتا نہیں
دیکھا گیا۔

ہم حکومت کی خدمت میں گذارش کرنا اپنا
علمی اور دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ قصاص و دیت کے نفاذ کے
بعد اس کا بھی وہ حشر نہیں ہونا چاہیئے جو پہلے قوانین کا
ہوا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو مجرم سزا سے بچے رہتے ہیں
دوسری طرف اسلامی قوانین کی قدر و منزلت میں کمی واقع ہو
جاتی ہے۔

قاری محمد اقبال صاحب خطیب امین آباد کا افسوسناک قتل

جامع مسجد اہل حدیث امین آباد کے خطیب مولانا
قاری محمد اقبال صاحب کو ۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء کو قتل کر دیا گیا تھا
ان کے قاتلوں کا سراغ دیر تک نہ مل سکا۔ مگر آخر کار سی آئی اے
سٹاف گوجرانوالہ نے عبدالجبار اور افضال کو گرفتار کر لیا۔ مجرموں
نے از خود اعتراف کیا کہ وہ دونوں قاری صاحب مرحوم کے
پاس دینی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں مگر عملی کوتاہیوں کے
باعث قاری صاحب ہماری سرزنش فرمایا کرتے تھے جس پر
اپنی توہین محسوس ہوئی تو ہم نے انتقاماً ان کو جان سے

(باقی صفحہ ۲ پر)

درس منتخبات قرآن
(قسط نمبر ۲)

ترتیب و تبصرہ: پروفیسر عبداللہ شاہین ، [illegible]

اِستمداد و اِستعانت

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ترجمہ: (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔

تفسیر ماجدی اِيَّاكَ نَعْبُدُ (ترجمہ) ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں (نہ کہ کسی اور کی، اے اللہ) ایاک لفظاً آیا خود ہی حصر اور تخصیص کے لئے آتا ہے اور پھر بحیثیت مفعول اس کی تقدیم فعل نَعْبُدُ پر اس حصر و تخصیص کو اور زیادہ مؤکد کر رہی ہے ۔ یعنی ہم تیری عبادت میں شائبہ بھی کسی کی شرکت کا نہیں رکھتے ۔ معناہ نعبدك ولا نعبد غيرك (ابن عباسؓ) وقدم المفعول للتعظيم والاهتمام به والدلالة على الحصر (بیضاوی) اب یہاں سے دعا کی تعلیم ہے ۔ گویا بندے اپنی زبان سے دعا کر رہے ہیں ۔ اس سے پہلے صرف تمہید دعا تھی رصیغہ غائب سے صیغہ مخاطب یا مخاطب سے غائب کی طرف دفعۃً انتقال کا نام صنعت التفات ہے ۔ اور عربی ادب و انشاء میں یہ عیب نہیں ۔ اس کا شمار بہترین صنعتوں میں سے ہے ۔ صاحب کشاف نے اس موقع پر امراء القیس جاہلی کے تین شعر شہادۃً نقل کئے ہیں ۔ تینوں میں یہ صفت موجود ہے ۔ بزرگوں سے منقول ہے کہ قرآن مجید کا لب لباب سورہ فاتحہ ہے ۔ اور سورہ فاتحہ کا لب لباب یہ آیت ہے قال بعض السلف الفاتحة سر القرآن وسرها هذه الكلمة (ابن کثیر) نَعْبُدُ عبادت نام ہے تذلل انکسار و افتقار کے آخری مرتبہ کا ۔ انها غاية التذلل (راغب) العبادة اقصى غاية الخضوع والتذلل (کشاف) اور اسی لئے اس کا مستحق بجز ذات باری تعالیٰ اور کوئی نہیں ۔ لم تستعمل الا فی الخضوع لله تعالیٰ (کشاف) ولا يستحقها الا من له غاية الافضال وهو الله تعالیٰ (راغب) مشرک قومیں خدا معلوم کتنے چھوٹے بڑے دیوی ۔ دیوتاؤں کو عبادت میں شریک کرتی رہتی ہیں بلکہ ان کی عبادتوں میں تو خدا کی شرکت رہنے بھی نہیں پاتی ۔ معبود تمام تر گنپتی دیوتا اور سورج دیوتا اور کالی مائی اور لچھمی جی وغیرہ بن جاتی ہیں ۔ مسیحیوں کے ہاں بھی نماز جیسی اور جب کبھی بھی ہوتی ہے ۔ اس میں برابر خدا کے ساتھ فرزند خدا کی شرکت رہتی ہے ۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی آیت کے ایک لفظ ایاک سے تردید ہوگئی سارے مذہبوں کے مشرکانہ طرز عبادت کی ۔ نَعْبُدُ کا صیغہ جمع بھی قابل لحاظ ہے ۔ دعاء تنہا ایک ایک فرد نہیں کر رہا ہے ۔ ساری ملت اسلامیہ مل کر اجتماعی رنگ میں کر رہی ہے ۔ یہ اجتماعیت کی اہمیت قرآن حدیث دونوں کی دعاؤں میں کثرت سے جلوہ گر ہے ۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ یہ نسبت عبدیت سالک کے مقام کی انتہاء ہے ۔ کوئی مقام اس سے مافوق نہیں ۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ترجمہ) اور بس تجھی سے مدد چاہتے ہیں (نہ کہ کسی اور سے، اے حاجت روا) تجھ کو اس آیت کے جزو اول میں بیزاری اور تبری ہے شرک سے ۔ اس آخری جزو میں اقرار ہے بندے کی زبان سے اپنی بے بساط

بے قدرتی کا اور اقرار ہے اپنے کو حفاظت اور نصرت کے لئے ہر طرح اللہ کے ہاتھ میں سپرد کر دینے کا۔ فالاول تبرء من الشرک والثانی تبرء من الحول والقوۃ وتفویض الی اللہ عزوجل (ابن کثیر) نعبدُ کے مقابلہ نستعین لانا گویا بندوں کی زبان سے یہ کہلانا ہے کہ ہم عبادت تک میں تیری ہی توفیق، تیری ہی اعانت، تیری ہی دستگیری کے محتاج ہیں۔ ایاک کی تکرار توحید اور ردِّ شرک کی اہمیت کو اور دوبالا کر رہی ہے۔ کُرِّرَ للاھتمام والحصر (ابن کثیر) کرر الضمیر للتنصیص علیٰ انہ المستعان بہ لاغیر (بیضاوی) آیت نے جڑ کاٹ دی ہے۔ ہر قسم کی مظہر پرستی کی۔ شرک کی مخفی سے مخفی راہیں بند کر دی ہیں۔ اور کوئی خفیف سی بھی گنجائش پیر پرستی، پیغمبر پرستی، فرشتہ پرستی وغیرہ کی باقی نہیں چھوڑی ہے۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ سالک کا مقام ایاک نعبد پر تمام ہو جاتا ہے۔ ایاک نستعین سے وہ طالب تمکین و رسوخ کا ہوتا ہے۔

تدبرِ قرآن اللہ تعالےٰ کا جو حق بندوں پر ہے اس آیت میں وہ بھی بیان ہو گیا ہے۔ اور جو حق خود اللہ تعالےٰ نے اپنے اُوپر واجب کیا ہے وہ بھی بیان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا حق بندے پر یہ ہے کہ بندہ تنہا اُسی کی بندگی کرے اور اُسی سے التجا کرے۔ بندے کا حق اُس نے اپنے اوپر یہ بتایا ہے کہ وہ اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے۔ حدیث قدسی میں حضورؐ کے جو الفاظ منقول ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ یہ آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو وہ دیا جو اُس نے مانگا۔ "ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں" کے الفاظ عام ہیں — اس اعتراف کے بعد (یعنی عبادت بھی صرف خدا ہی کی اور استعانت بھی تنہا اُسی سے) بندہ کے پاس کسی غیر اللہ کو نہ کچھ دینے کو رہا اور نہ اُس سے کچھ مانگنے کی گنجائش باقی رہی۔

ضیاء القرآن یعنی جیسے ہم عبادت صرف تیری ہی کرتے ہیں اسی طرح مدد بھی صرف تجھی سے طلب کرتے ہیں۔ تو ہی کارسازِ حقیقی ہے تو ہی مالکِ حقیقی ہے۔ ہر کام میں ہر حاجت میں تیرے ہی سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عالمِ اسباب میں اسباب سے قطع نظر کر لی جائے۔ بیمار ہوئے تو علاج سے کنارہ کش، تلاشِ رزق کے وقت وسائلِ معاش سے دستبردار، حصولِ علم کے لئے صحبتِ استاد سے بیزار۔ اس طریقۂ کار سے اسلام اور توحید کو کوئی سروکار نہیں۔ ان اسباب کی طرف رجوع استعانت بالغیر نہیں ہوگی۔ ان جملہ اسباب میں سب سے قوی تر اور اثر آفریں سبب دعا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ دعاء تو تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ محبوبانِ خدا کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی التجاؤں کو ضرور شرفِ قبول بخشے گا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقبول بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ اگر میرا بندہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اس کا سوال پورا کروں گا، تو اب اگر کوئی شخص ان محبوبانِ الٰہی کی جناب میں خصوصًا حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے حضور میں کسی نعمت کے حصول یا کسی مشکل کے کشود کے لئے التماس دعاء کرتا ہے تو یہ بھی استعانت بالغیر اور شرک نہیں بلکہ عین اسلام اور عین توحید ہے[1]۔ ہاں اگر کسی ولی شہید یا نبی کے متعلق کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ مستقل بالذات ہے اور خدا نہ چاہے تب بھی یہ کر سکتا ہے تو یہ شرک ہے۔ اور

---

[1] فوت شدہ شخص سے براہِ راست التجائیں، دعاء عین توحید نہیں، عین شرک ہے۔ کیونکہ دعاء ان اسبابِ ظاہری میں سے نہیں جن کے اختیار کرنے کی اجازت ہے بلکہ اس طرح دعاء کرنے میں یہ ذہن کارفرما ہے کہ یہ فوت شدہ بزرگ مافوق الاسباب طریقے سے ہماری التجائیں سننے اور انہیں پورا کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ نظریہ مشرکانہ ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ پیر صاحب نے ظاہری اسباب اور مافوق الاسباب کو گڈمڈ کر کے خلطِ مبحث کا ارتکاب کیا ہے تاکہ عوام میں رائج مشرکانہ ذہنیت کو وہ سندِ جواز مہیا کر سکیں ایسے ہی مفسرین کے حق بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ۔ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ۔ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (ص ۔ ی)

ایسا کرنے والا مشرک ہے[1]

حاصلِ مطالعہ

سورۃ الفاتحہ کی اس وسطی آیت کے بارے میں، جو پورے قرآن مجید کا مرکزی نقطہ اور عقائدِ اسلام کا محور ہے، اکثر مفسّرین حضرات نے اس اتفاقِ رائے کا اظہار کیا ہے کہ ہر کام اور ہر حاجت میں دستِ سوال صرف اللہ تعالےٰ ہی کے سامنے دراز کرنا چاہیئے۔ لیکن بعض حضرات نے عجیب و غریب تاویلات اور بڑی کھینچ تان سے کام لیا ہے۔ چنانچہ صاحب معارف القرآن نے حاجت روا صرف اللہ تعالےٰ ہی کو جانتے ہوئے کسی نبیؑ یا ولیؒ کا وسیلہ پکڑ کر اللہ جل شانہٗ سے دعاء کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیۂ قرآن میں لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ اُس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"

حالانکہ بقول صاحب تفسیر حقانی عبادت ہی اللہ واحد القہار سے کچھ مانگنے کا وسیلہ ہے۔ نیز صاحب ضیاء القرآن ایک قدم اور آگے گئے ہیں۔ اور انہوں نے کسی نبیؑ یا ولیؒ کا وسیلہ پکڑ کر اللہ تعالےٰ سے دعاء کرنے کے بجائے اُن محبوبانِ الٰہی سے ہی "التماسِ دعاء" کا نظریہ پیش کیا ہے اور اسے عین توحید اور عین اسلام قرار دیا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے "محبوبانِ خدا سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی التجاؤں کو ضرور شرفِ قبول بخشے گا" جب کہ حدیث قدسی کے مطابق جس کا حوالہ صاحب تدبرِ قرآن نے بھی دیا ہے، جب بندہ یہ آیت (ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھتا ہے) تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "میں نے اپنے بندے کو وہ دیا جو اُس نے مانگا" گویا سوال پورا کرنے میں چنداں تخصیص نہیں بلکہ استعانت کے خواستگار ہر بندہ پر عطاؤں کی بوچھاڑ ہے۔ رہا بیماری میں علاج، وسائلِ معاش اور صحبتِ اُستاد کا معاملہ تو ان باتوں سے کسی کو مفر نہیں۔ کیونکہ انہی چیزوں پہ عالمِ اسباب (دنیا) کا دارو مدار ہے۔ لیکن فوت شدہ بزرگ تو عالمِ اسباب سے قطع تعلق کر کے عالمِ برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان کی برزخی زندگی کو دُنیوی زندگی پر قیاس کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

اس لئے کسی نبی یا ولی کا وسیلہ پکڑنا یا واسطۂ رحمتِ الٰہی سمجھ کر استعانت کرنا یا التماسِ دعاء کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ بارھویں صدی ہجری کے ایک مجتہد امام صاحب "فتح القدیر" قاضی شوکانیؒ نے "توسّل" کا معاملہ بالکل واضح کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں "مصائب و آلام میں صرف ذاتِ خداوندی کو ہی پکارنا چاہیئے۔ جس نے انبیاء و صالحین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ وہی ان کو رزق دیتا، زندہ رکھتا اور مارتا ہے۔ کسی نبی، فرشتے یا نیک آدمی سے وہ چیز کس لئے طلب کی جائے جس سے وہ عاجز ہے۔ اور اس خدا کو نظر انداز کر دیا جائے جو ربّ الارباب ہے اور ہر چیز کی قدرت سے بہرہ ور۔ ...... کس قدر حیرت کی بات ہے کہ لوگ قبروں پر جا کر اہلِ قبور سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ زیرِ زمین مدفون ہیں۔ وہ پکارنے والے انہیں سمجھتے کہ وہ شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور ان کا یہ فعل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی خلاف ورزی ہے۔

(تفسیر فتح القدیر - جلد دوم صفحہ ۴۲۹)

......

---

[1] اپنے معبودوں کو مستقل بالذات تو مشرکین مکہ بھی نہیں مانتے تھے جس کی صراحت خود قرآن نے کی ہے۔ وہ بھی یہی کہا کرتے تھے هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس - ۱۸) "یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔ نیز مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر - ۳) "ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں" اس کے باوجود قرآن نے ان کو مشرک کہا جس سے معلوم ہوا کہ اصل شرک یہی ہے کہ مُردوں کو چاہے وہ بُت کی شکل میں ہوں یا قبر کی شکل میں یا بطور تصور، مافوق الاسباب طریقے سے پکارا جائے، ان سے التجائیں کی جائیں۔ (ص - ی)

تنقیح و تہذیب: حافظ صلاح الدین یوسف

درس حدیث

(قسط ۲)

تمیمة الصبیّ فی ترجمة الاربعین من احادیث النبیّ

(تالیف: حضرت والاجاہ نواب سید محمد صدیق حسن خانؒ۔ متوفی ۱۳۰۷ھ)

۴۔ ہر بدعت گمراہی ہے

حدیث چہارم
كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رواہ مسلم) "ہر بدعت گمراہی ہے"

فائدہ: جیسے مردے کے لئے فاتحہ درود کرنا۔ سوم، چہلم، ششماہی برسی کرنا، کفن میں پگڑی کرتا دینا، قبر کا بوسہ لینا، محفل مولود کرنا، مجلس قصہ شہادت حضرات حسنینؓ کرنا۔ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنا، زیارت قبور کے لئے سفر کرنا، عیدین میں اذان کہنا، قبروں پر قرآن پڑھوانا۔ مجاور ہو کر بیٹھنا۔ ختم قرآن کے دن رمضان میں مجمع کرنا اور ان جیسی دیگر بدعات۔

اس حدیث میں کسی بدعت کا نام نہیں لیا نہ یہ کہا کہ فلاں کام بدعت ہے بلکہ ہر بدعت کو گمراہی کہا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت کی تقسیم (بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ) غلط ہے۔ اور جو کام اصل اس کی یا مثل اس کے اصل شریعت سے ثابت ہے۔ گو وہ کام بعینہٖ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔ وہ بدعت نہیں، حکماً سنت میں داخل ہے جیسے ۲۰ رکعت تراویح کی جماعت[1]۔ اور جو کام اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور اس کو جائز رکھا ہو، وہ کام بھی سنت ہے اگر وہ سنت صحیحہ کے مخالف اور نص غیر منسوخ کے معارض نہ ہو خصوصاً

---

[1] نوابؒ صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نفس تراویح (یعنی قیام رمضان) اور اس کی جماعت چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے حضرت عمرؓ کے دور سے اسے باقاعدہ باجماعت جو پڑھا جاتا ہے، تو یہ بدعت نہیں۔ رہا مسئلہ تراویح کی رکعات کا کہ وہ کتنی ہیں؟ اس کی تفصیل نواب صاحب نے یہاں نہیں کی، یہاں صرف اُس تعداد کا ذکر ہے جو عوام میں زیادہ رائج ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنا نقطۂ نظر دوسری کتابوں میں صراحت سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اپنی ایک کتاب "روزمرۂ اسلام" میں لکھتے ہیں۔

"یہ قیام (رمضان) نہایت فضیلت رکھتا ہے۔ رہی جماعت اس قیام کی اور تعداد رکعات تراویح، سو حضرت عمرؓ نے اس کو مقرر کیا تھا۔ اُبیؓ بن کعب اور تمیم داری رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھاتے تھے۔ رواہ مالك عن السائب بن یزید۔ اعرج کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ قاری آٹھ رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ تخفیف کی۔ رواہ مالك۔ بالجملہ جب شارع کی طرف سے کوئی تحدید رکعات کی نہیں ہے تو اب اختیار ہے کہ بیس ۲۰ رکعت پڑھے یا کم یا زیادہ تیس چالیس تک۔" (روزمرۂ اسلام، ص ۲۶ طبع سنہ ۱۳۰۶ھ)

یہی بات نواب صاحبؒ نے اپنی عربی کتاب "نزل الابرار" میں لکھی ہے کہ یہ نفلی نماز ہے اس کی تحدید نہیں بطور نفل، اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہے تاہم طول قیام کی طاقت ہو تو پھر ۱۳ رکعت (تین وتر اور دس رکعت نفل) افضل ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ معمول رہا۔ (نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار ص ۳۰۱-۳۰۲۔ طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۱ھ)

حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا قول و فعل۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ "تم میرے بعد دو آدمیوں کی پیروی کرو یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی"

بدعت کو بدعت تسلیم کرکے پھر اس کو حسنہ اور سیئہ کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔ ہر شخص اپنی بول چال میں لفظ بدعت کو بری بات اور برے کام پر بولتا ہے۔ اچھی چیز پر کوئی بدعت کا اطلاق نہیں کرتا۔ اور بدعت سے مراد وہ کام ہے جو دین میں نیا نکالا گیا ہو۔ اور اس پر ثواب و عذاب مقرر کیا گیا ہو۔ اور قرون اولیٰ میں وہ کام نہ کسی نے کیا ہو نہ اس کی بابت کچھ کہا ہو۔ اور اس کی اصل و مثل شریعت میں نہ پائی جائے۔ دین کے معاملے میں اصل شرعی کا ہی اعتبار ہے، کسی کے قول و فعل کا، جب تک وہ شریعت کے مطابق نہ ہو، اعتبار نہیں کہ ان میں اچھے، برے، دین دار اور دنیا دار سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

جو کام دنیا میں نکالا جائے، وہ بدعت نہیں۔ اس کے کرنے نہ کرنے پر کچھ عذاب ثواب حاصل نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بدعت عبادات میں ہوتی ہے، عادات میں نہیں۔ اور جو عادات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تو یہ بہت ثواب والا کام ہے۔ نیکوں کی نیک عادات پر چلنا، ان سے مشابہت حاصل کرنا ہے۔ اور سب بزرگوں سے زیادہ بزرگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جہاں تک ہو سکے، عادت اور عبادت میں ان کی پیروی کریں۔ اسی طرح بروں کی مشابہت اختیار کرنا برا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ "جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا، وہ انہی میں شمار کیا جائے گا" اور قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ سے دوستی کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (المائدہ - ۵۱) "جو کوئی تمام (مسلمانوں) میں سے ان (یہود و نصاریٰ) سے دوستی رکھے گا، وہ انہی میں سے ہوگا"

الغرض قیامت کے دن ہر آدمی اپنے دوست اور معتقد کے ساتھ ہوگا۔ نیک، نیکوں کے ساتھ۔ بد، بدوں کے ساتھ۔ سنی، اہل سنت کے ساتھ اور بدعتی اہل بدعت کے ساتھ۔

۵۔ امام کو وسط میں رکھو

حدیث پنجم تَوَسَّطُوا الْإِمَامَ

رواہ ابوداؤد۔[۵] "امام کو وسط میں رکھو"

فائدہ: یعنی نماز (جماعت) کے وقت امام کو وسط میں کھڑا کرنا چاہیئے۔ جمہور علماء نے کہا ہے کہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے دائیں صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ پہلے اول صف کو پورا کریں (کیونکہ صف اول کی بھی حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہے) پھر دوسری صف اور تیسری صف، اسی طرح دیگر صفیں۔ اور ترتیب میں یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ پہلی صف بالغوں کی ہو اور نابالغ دوسری صف میں کھڑے ہوں۔

۶۔ صفوں کے درمیان شگاف بند کرو

حدیث ششم۔ سُدُّوا الْخَلَلَ[۶] "دراڑوں کو بند کرو"

فائدہ: یعنی صفوں کے درمیان جو شگاف (دراڑیں) ہوں۔ انہیں بند کر دیا جائے اور باہم پیر ملا کر کھڑے ہوں۔ فقہاء کے نزدیک صفوں میں دراڑ چھوڑنا مکروہ ہے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے "صفوں کو برابر کرو اور پاس پاس کھڑے ہو، اور گردنوں کو ملا کر رکھو۔ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ شیطان دراڑ کے درمیان سے صف میں گھس آتا ہے"

۷۔ ہر نیکی صدقہ ہے

حدیث ہفتم كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ متفق علیہ

"ہر نیکی صدقہ ہے"

---

[۵] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف

[۶] ج ۱، ص ۳۳۴ - طبع مصر (ص - ی)

فائدہ :۔ یعنی جو نیک کام اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کیا جائے وہ صدقہ ہے خواہ مال ہو یا قال یا حال، یہاں تک اپنی بیوی کے منہ میں بہ نیت ثواب اور ادائے حقوق لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے۔ فقیر و محتاج سے اچھی طرح بات کرنا بھی صدقہ ہے، کسی مسلمان سے شیریں زبانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ غرض مومن کا ہر کام صدقہ ہے اور صدقہ گناہوں کو اور رب کے غضب کو بجھاتا ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ اگر ریا سے خالی ہو تو وہ حُجّت (ایمان کی دلیل) ہے یعنی قیامت کے دن نجات کا باعث ہوگا۔ صدقے کا نام صدقہ اس لئے ہے کہ یہ صدقِ ایمان پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے ایک مومن دنیا کے بدلے میں عاقبت خریدتا ہے ؎

بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بخر جانِ من ورنہ حسرت بری

۸ - روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

حدیثِ ہشتم
زَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ

رواہ ابن ماجہ۔ "روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے"

فائدہ :۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کے لئے عیش آرام چھوڑا، صبر اختیار کیا، شہوت غضب کو مارا۔ تو گویا ایسا کر کے اس نے اپنے بدن سے کچھ تحفہ بارگاہِ رب العزت میں بھیجا۔ جیسے مال سے زکوٰۃ نکالی۔ اہلِ حقیقت کا قول ہے۔ "اَلصَّوْمُ دَوَاءُ الذُّنُوْبِ وَبِهَا تُحْيِي الْقُلُوْبُ"۔ "روزہ گناہوں کی بیماری کی دوا ہے۔ اور اس سے قلوبِ انسانی میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے"۔ اور ایک بزرگ کا قول ہے۔ "اَلدُّنْيَا يَوْمٌ وَلَنَا فِيْهِ صَوْمٌ" "دنیا ایک دن کے برابر ہے اور اس میں روزہ رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے" یعنی سب گناہوں، محارم، کبائر، جرائم اور معاصی سے روزہ رکھنا۔

ابو ربیع زاہدؒ نے داؤد طائیؒ سے وصیت اور نصیحت کی خواہش ظاہر کی تو انہوں (داؤد طائیؒ) نے فرمایا "دنیا کی تمام لذتوں اور زینتوں کے عوض روزہ رکھو اور قیامت کے روز اس روزے کو کھول۔ اور عام لوگوں کی صحبت سے ایسے بھاگ، جیسے شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے"۔ روزے میں بڑا صبر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کا ثواب بھی بڑا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں :۔

ایک اللہ کی بندگی و اطاعت پر صبر کرنا کہ انسان کا دل اس پر آمادہ نہیں ہوتا۔ لیکن حکمِ ربانی سمجھ کر بندگی و اطاعت بجا لائے اور اس راہ کی مشکلات پر صبر کرے۔

دوسرا صبر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں سے کیا جائے یعنی ان محرمات کے کرنے کو جی تو چاہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے روک دیا ہے، اس لئے وہ ان کے ارتکاب سے باز رہے۔ اور صبر کرے۔

تیسرا صبر وہ ہے جو دکھ، سختی اور مصیبت اور حادثے میں کیا جائے۔

روزے میں صبر کی یہ تینوں قسمیں پائی جاتی ہیں کیونکہ روزے میں وہ صرف ان عبادت و طاعت پر صبر کرتا ہے۔ جو اس کے لئے ضروری اور درست ہیں۔ اسی طرح وہ حرام شہوتوں سے صبر کرتا ہے اور بھوک پیاس اور بدن کی کمزوری پر صبر کرتا ہے۔ اس لئے روزے کا بڑا ہی ثواب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ (باقی)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری۔ ایڈیٹر "محدث" بنارس۔ ہند

حفاظتِ دین کے تین ذرائع، جو معرفتِ حق کی بنیاد بھی ہیں

پچھلے انبیاء محدود علاقے اور مخصوص قوم میں ارشاد و ہدایت کا کام انجام دینے کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ ان کا دورِ نبوت بھی محدود ہوا کرتا تھا۔ دنیا سے ان کے رخصت ہونے کے بعد ان کے ارشادات و فرمودات تو در کنار، ان کے لائے ہوئے خدائی صحیفے بھی یا تو ناپید ہو جاتے تھے یا ایسے ذرائع سے موجود رہتے تھے جن پر وثوق و اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ان صحیفوں میں بہت کچھ رد و بدل ہو جاتا تھا اور جو کچھ اپنی اصلی اور صحیح شکل میں موجود رہتا تھا اس پر بھی تاریکی کا دبیز پردہ پڑ جاتا تھا۔ دنیا پرست علماء خود ساختہ عقائد اور احکام ان صحیفوں کی طرف منسوب کر کے اس قوت کے ساتھ رائج کر دیتے تھے کہ حقیقت کی تہ تک پہنچنا سخت مشکل ہو جاتا تھا۔ ان "کارناموں" کی بدولت ان علماء کی روزی روٹی، جاہ و آبرو اور عزت و وقار محفوظ رہتا اور اہلِ باطل سے دوستانہ روابط برقرار و استوار رہتے۔ ان کا نتیجہ اس قدر ہوتا کہ حقائق کی معرفت رکھنے والے اکا دکا حضرات جو باقی رہ جاتے تھے انہیں بند حجروں میں بھی اظہارِ حق کی تاب نہ ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے افعال و کردار تک میں حق کو بتاتے ہوئے محتاط رہتے تھے۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں عام لوگوں کے لئے حق تک رسائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس مرحلے پر اللہ تعالیٰ پھر کوئی پیغمبر یا نبی بھیج دیتا جو پوری قوت کے ساتھ حق کی آواز بلند کرتا۔ قبولِ حق کی استعداد رکھنے والے رفتہ رفتہ اس کے ساتھ ہو جاتے، خدا پرستوں کا ایک قافلہ بن جاتا۔ اور جویائے حق کے لئے حق تک رسائی ممکن ہو جاتی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کسی محدود علاقے متعین قوم اور مخصوص زمانے کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ آپ ساری دنیا کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور آپ کی رسالت قیامت تک کے زمانے کو محیط ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پچھلے انبیاء کی طرح آپ کے بعد آپ کا دین محرف اور ناپید نہ ہو۔ بلکہ اپنی اصلی اور صحیح شکل میں جیتا جاگتا ہوا قیامت تک موجود و محفوظ رہے۔ ورنہ قیامت تک کے لئے آپ کی رسالت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا بڑا جامع انتظام فرمایا ہے۔ جسے ہم افہام و تفہیم کی سہولت کے لئے تین دائروں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اس دین کے جو اصل سرچشمے اور اساسی ماخذ ہیں یعنی قرآن مجید اور احادیث نبویہ۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ناپید ہونے سے محفوظ رکھا اور تحریف و تبدیلی کا شکار ہونے سے بھی۔ اب سے چودہ سو برس پہلے قرآن مجید جس شکل میں آیا تھا کسی شوشے کی کمی اور زیادتی کے بغیر ٹھیک اسی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ شروع ہی سے قدرتی طور پر اس کا پھیلاؤ کچھ اس ڈھنگ سے ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے بدطینت کے لئے کسی چھوٹی سے چھوٹی تحریف کا بھی یارا نہ ہوا۔ قریب قریب یہی حال احادیث نبویہ کا ہے کہ جو حدیثیں جس طرح مروی ہو کر کتبِ احادیث میں جمع ہوئیں آج بارہ تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی وہ اسی شکل میں محفوظ اور متداول ہیں۔ کسی حدیث کے کسی ایک لفظ کو بھی تبدیل کرنے کی کوئی کوشش آج تک

کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ زمانے کی ترقی کی بدولت بعض ایسے صحیفوں کے فوٹو منظرِ عام پر آگئے ہیں جو کتبِ احادیث کی باقاعدہ تدوین سے صدیوں پہلے لکھے گئے تھے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ (سنہ ۶ھ) سے واپس آکر مختلف بادشاہوں کے نام جو خطوط ارسال کئے تھے ان کے فوٹو بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ آپ یقیناً مسرت سے سنیں گے کہ کتبِ احادیث میں ان صحیفوں اور خطوط کے جو الفاظ مروی ہیں۔ اور اصل صحیفے اور خطوط میں جو الفاظ موجود ہیں ان میں کوئی فرق نہیں حالانکہ احادیث کے صرف معانی، وحیِ الٰہی تھے۔ الفاظ، وحیِ الٰہی نہ تھے بلکہ ہزار احادیث جن میں صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فعل کو بیان کیا ہے۔ ان کے الفاظ کے متعلق یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ رہے ہوں اس لئے کسی حدیث کو بیان کرنے کے لئے روایت باللفظ کی شرط نہ تھی۔ مفہوم کو ٹھیک ٹھیک ادا کر دینا کافی تھا لیکن اس کے باوجود حدیث کے الفاظ کی حفاظت کا یہ اہتمام اس بات کی علامت ہے کہ ذخیرہ احادیث منقح اور محفوظ ہو کر اُمّت کے ہاتھ میں موجود ہے۔

اللہ تعالےٰ نے دین کے ان دونوں سرچشموں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اُمّت کو اتنے بڑے پیمانے پر اس کی اشاعت کی توفیق بخشی کہ یہ دونوں سرچشمے ہر خاص و عام کی دسترس میں ہیں جو شخص ان کو خود ان کی اصل زبان میں نہیں سمجھ سکتا اس کے لئے سمجھانے والوں کی بڑی تعداد اور تراجم کی وافر مقدار موجود ہے اور اس پر بھی اس کی پیاس نہ بجھے تو وہ چند برس کی محنت سے ان کو خود سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت پیدا کر سکتا ہے۔

(۲) قرآن مجید اور احادیث شریف کے تحفظ سے اصل دین کتابوں کے اندر تو محفوظ ہو گیا لیکن انسانی فطرت پر نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ زندگی کے تمام گوشوں میں عملی طور پر دین کے جاری و ساری ہونے کے لئے صرف کتابی حفاظت کافی نہیں کیونکہ نہ تو ہر آدمی ان کا علم حاصل کرنے کی اہلیت اور فرصت رکھتا ہے۔ اور نہ ہر آدمی میں اتنی جرأت ہے کہ حق کو پہچان لینے کے بعد اسے اپنانے کے لیے پورے ماحول سے بغاوت کر سکے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حفاظتِ دین کا دوسرا ذریعہ یہ مقرر کیا۔ کہ گمراہی و ضلالت کی تاریکیاں خواہ جس قدر بھی پھیل جائیں حق پرستوں کا ایک گروہ بہرحال موجود رہے گا۔ اور اسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہ سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ (بخاری ومسلم واللفظ لمسلم) یعنی "میری اُمّت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو کھلم کھلا حق پر قائم رہے گا۔ ان کی مخالفت کرنے والے انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ (قیامت) آجائے"۔ اسی مفہوم کو ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰى ضَلَالَةٍ (ترمذی) "اللہ تعالےٰ میری اُمّت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا" یعنی کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ پوری کی پوری اُمّت گمراہ ہو جائے۔ بلکہ گمراہی جتنی بھی ہمہ گیر ہو ایک طبقہ بہرحال حق پر قائم رہے گا۔

حق پرستوں کے ایک طبقہ کی دائمی اور سرِ عام موجودگی قیامت تک دین کے بقاء کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ جویائے حق کو حق کی تلاش میں سرگردانی اور ناکامی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ نہ راہِ حق پر تنہا چلنے کا اندیشہ ہو۔ جس کے تصور سے اچھے اچھوں کے حوصلے چھوٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اہلِ حق کا قافلہ حق قبول کرنے والے کو اپنی آغوشِ رفاقت میں لینے کے لئے ہر وقت موجود ملے گا۔

(۳) حفاظتِ دین کا تیسرا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کیا گیا ہے کہ کتاب و سنت کا علم اور اہلِ حق کا طبقہ اپنے دائرے میں منجمد ہو کر نہ رہے بلکہ یہ ہمیشہ دین کا داعی اور حق کا فدائی بن کر اُبھرتا رہے۔ اور باطل کی ہر آواز کے مقابل سینہ سپر ہو کر حق کو اس کی ٹھیک ٹھیک شکل میں اُمّت کے سامنے پیش کرتا رہے۔

یقیناً یہ بات بتائی گئی ہے کہ اس اُمت کے علماء اور جہلا کا ایک دنیا پرست گروہ ٹھیک یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ اور واقعۃً ایسا ہی ہوا۔ کتاب و سنت کے معانی و مطالب میں معنوی تحریف کی گرم بازاری سے ان کی اصل صورت مسخ کر کے رکھ دی گئی اور حق کی رعنائی و زیبائی سلب کر کے اس کے رُخِ تاباں پر باطل کا مکروہ اور بدبودار غازہ مل گیا۔ مگر یہود و نصاریٰ کے دنیا پرست علماء کی طرح اس اُمت کے دنیا پرست علماء کو اتنا غلبہ و تسلط اور اتنی کامیابی حاصل نہ ہو سکی کہ حق کی آواز بالکل گھٹ کر رہ جائے۔ اور حق پرست علماء بند حجروں میں بھی لب کشائی کی جرأت نہ کر سکیں۔ بلکہ یہ اللہ کا فضل خاص رہا کہ اس اُمت کے حق پرست علماء جرأت رندانہ کے ساتھ بانگِ دہل حق کا اعلان کرتے رہے اور دنیا پرستوں کی ایک ایک تحریف بے نقاب کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طبقے کی خصوصیات کا اظہار اس طرح فرمایا ہے۔

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ (بیہقی فی المدخل۔ ابونعیم فی الحلیۃ وغیرہ) یعنی "اس علم (دین) کو ہر آنے والی جماعت کے بلند پایہ لوگ حاصل کریں گے۔ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹے دعوے اور غلط نسبت کا اور جاہلوں کی تاویل کا صفایا کریں گے۔"

اسی طبقے کو آپ نے ایک بار غرباء کہا۔ اور ان کی یہ خصوصیت بتلائی۔ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ (ترمذی۔ الایمان) یعنی "میرے بعد لوگوں نے میرے جن طریقوں کو بگاڑ رکھا ہوگا۔ اس کی اصلاح کریں گے۔"

احیائے حق اور اصلاحِ اُمت کا یہ کام معتاد طریقے پر جاری رہے گا۔ لیکن جب اُمت کا جمود اس سے نہ ٹوٹ سکے گا۔ فساد اور بگاڑ سیلاب کی طرح بڑھے گا اور اصلاح کی معتاد کوشش اس کے آگے بند نہ باندھ سکے گی تو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ ایسے مضبوط اور راسخ عزم والے کسی ایک فرد یا چند افراد کو برپا کر دے گا جو فساد کے دھارے کا رُخ موڑ کر رکھ دیں گے اور باطل کے خلاف نہایت کامیاب اور اثر آفریں انقلاب برپا کر ڈالیں گے اس طرح حق کے رُخِ تاباں کی جلوہ طرازیاں ساری دنیا کے سامنے آجائیں گی۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال) "تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ اتمامِ حجت کے بعد ہلاک ہو۔ اور جسے زندہ رہنا ہے وہ کھلی ہوئی دلیل کی بنیاد پر زندہ رہے۔" ظاہر ہے کہ حق کی اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی غلطی پر اڑا رہنا چاہتا ہے تو وہ عند اللہ کوئی معذرت نہیں پیش کر سکتا۔ حق کی راہ میں اس طرح کا انقلاب لانے والے مصلحین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں مجدد کہا گیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (ابوداؤد) "اللہ عزوجل اس اُمت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسا آدمی برپا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔"

ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ آج بھی دین کو ٹھیک طور پر جاننے اور سمجھنے کے ذرائع اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سہولیات حاصل ہیں۔ کتاب و سنت اپنی اصلی اور بے داغ شکل میں موجود ہیں۔ ان پر عمل پیرا گروہ بھی موجود ہے۔ اور ان کی بے لوث ترجمانی بھی ہو رہی ہے۔ پس حق کی تلاش میں حیران و سرگرداں ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ خدا پرستی مقصود ہے تو اٹھیے اور بڑھ کر حق کو اختیار کر لیجئے یہ دعوت اس لئے دینی پڑ رہی ہے کہ حق خالص کے پہلو بہ پہلو حق کے نام پر باطل کا بھی ایک بڑا حصہ رائج کر دیا گیا ہے اور صدیوں کے رواج نے بہت سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا کر دی ہے کہ وہی اصل حق ہے اور اس کا التزام کئے بغیر دین کے تقاضے اور مطالبے پورے نہ ہو سکیں گے حالانکہ دین جو کچھ ہے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار و کردار میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق

صوفی نذیر احمد کاشمیری

تبلیغی جماعت کے زعماء کی خدمت میں ایک عرضِ اخلاص

(امت کے عالمگیر اتحاد کے سوال کو حل کرنے کا منصوبہ)

موجودہ دور کی خصوصیت

آج ایک آدمی ہفتہ عشرہ کے اندر اندر ساری دنیا کا دورہ کرتا ہوا بخیر و عافیت واپس اپنے گھر آ سکتا ہے۔ پہلے زمانوں میں انسان کو یہ سہولت میسر نہ تھی۔ اس آسان عالمی رابطے کے باعث آج کا انسان قرآن مجید کے اس پیغام کو نہ صرف سننے کے لئے تیار ہے بلکہ اس پر یقین کرنے کے لئے بھی آمادہ محسوس ہوتا ہے کہ "اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ" (الانبیاء ۹۲) (تمہاری یہ کائناتِ انسانی ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پالنہار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو) اسی نقطہ نگاہ کو اپنا کر اپنے معاملات کو درست کرنا انسانی سلامتی اور حفاظت کی گارنٹی ہے۔ چونکہ تبلیغی جماعت کا دائرۂ عمل پورے کرۂ ارض پر محیط ہو رہا ہے اس لئے اس کے زعماء کو بحیثیتِ افرادِ امتِ اسلامیہ یہ طے کرنا لازمی ہے کہ:

ا۔ امتِ اسلامی کا مقصدِ حیات کیا ہے؟

ب۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مخصوص طریقۂ کار کیا ہے؟

اس لئے کہ اگر کوئی شخص یا جماعت اپنے مقصدِ حیات کو اور حصولِ مقصد کے طریق کار کو متعین نہیں کرتی تو مدت العمر گزارنے کے بعد بھی جب وہ اپنا محاسبۂ نفس کرے گی، تو اسے محسوس ہوگا کہ [illegible] عمر کی دوڑ دھوپ کولہو کے بیل کی طرح چند گز کے [illegible] محدود رہی ہے۔ لہٰذا اس جماعت کے زعماء کو خود [illegible] ضروری ہے اور جماعت کے افراد کو مطمئن کرنا ضروری [illegible] کہ امت کے مقصدِ حیات کیا ہے اور

اس کے حصول کا مخصوص طریقِ عمل کیا ہے؟

مقصد و ذرائع کا بیان

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران۔ ۱۱۰) تم ہی وہ بہترین امت ہو جسے کائناتِ انسانی کے لئے پیدا کیا گیا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر تمہارا طریق عمل ہے۔ (القرآن) گویا امتِ اسلامی کی پیدائش کائناتِ انسانی کی رہنمائی کے لئے کی گئی۔ یہ ہوا مقصد۔ اور اس کا طریق عمل "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ہے۔ یہ ہے امت کا مقصدِ حیات اور اس کا طریق عمل۔ اپنی ذاتی اصلاح کے لئے مجاہدات اور محاسبۂ نفس کی مجالس کا قائم کرنا تمام انبیاء کی تعلیم کا جزوِ مشترک رہا ہے اور یہ بالکل داخلی قسم کا ایک شخصی اصلاح کا کام ہے جو حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء تک تسلسلِ دینی کی ایک زنجیر رہی ہے۔ "اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ" (ھود۔ ۸۸) (میں تو اپنی حدِ استطاعت تک اصلاح کا ارادہ کئے ہوئے ہوں) یہ داخلی نوعیت کا اصلاحی کام اربابِ غار و کوہ تک محدود رہا ہے جو تمام انبیاء کی تعلیم کا مشترک حصہ رہا ہے۔

تعلیم خاتم الانبیاء کی خصوصیت

اس سارے داخلی و بیرونی طریق اصلاح کو [illegible] تمام انبیاء کی تعلیم کا جزوِ مشترک ہے۔ اپنی تعلیم کا بنیادی جزو مانتے ہوئے حضرت خاتم الانبیاء نے [illegible] دین کو جو نیا رخ دیا وہ یہ تھا کہ اپنی داخلی اصلاح کے [illegible] جاری رکھتے ہوئے امت کا رخ ساری نوعِ انسانی کی [illegible]

کر دیا گیا جیسا کہ "اُخرجت للناس" کی آیت سے ظاہر ہے۔
اور "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے ذریعے سابقہ دینی حلقوں کو زور کر انہیں ایک اُمت کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ "ان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاعبدون" اور "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ" (الحجرات)

گویا شرافت و کرامتِ انسانی کا مدار نسل و خون پر نہیں بلکہ حسنِ عمل اور تقوے پر رکھ دیا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں ازدواجیت میں بندھے ہونے کے باوجود جہنمی قرار دی گئیں۔ اس لئے کہ اُن کا عمل و کردار اچھا نہ تھا۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا باوجود حضرت نوحؑ کی دعا و سفارش کے غرق کر دیا گیا اور سے کفار بدکردار کے ساتھ غضبِ خداوندی کا نشانہ بننا پڑا۔ اس لئے کہ وہ "عملاً غیر صالح" تھا۔ یہاں مدارِ نجابت ذاتی حسنِ عمل ہے۔ شیعہ فرقہ کے لوگوں میں بھی اب اپنے ہاں کی نسل پرستی کا احساس ہوتا جا رہا ہے مگر یہ نرا احساس کافی نہیں بلکہ جب تک وہ نسل پرستی کی نفی نہیں کرتے، تب تک فرائض و واجبات دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ نسل پرستی کا جال تو یہودیوں کا پھیلایا ہوا تھا کہ جنہوں نے اسلام کی عالمگیری کو روک کر مسلمانوں کو اندرونی جھگڑوں میں اُلجھا دیا۔ حالانکہ اسلام کا دنیا میں ظہور ہی نسلی، خونی، وطنی امتیازوں کو ملیامیٹ کر کے شرافتِ انسانی کو خالص اخلاقی و روحانی کردار پر قائم کرنے کے لئے ہوا تھا اور ہے۔

تو اے کودک منش خود را ادب کن
مسلماں زادۂ ترکِ نسب کن
برنگِ احمر و خون و رگ و پوست
عرب نازد اگر ترکِ عرب کن

مگر جوں جوں اسلام کی گرفت مسلم معاشرے پر کمزور ہوتی گئی توں توں یہ اُمت، قبل از تاریخ کے خونی و نسلی امتیازات قائم کرتی چلی گئی۔ اور اُمت کا باہمی رابطہ جو محض دینی اصولوں پر قائم تھا، کمزور ہوتا گیا۔ شیعہ فرقہ اس تنزل کا آخری درجہ ہے۔

...... بہرحال ساری کائناتِ انسانی کو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے ذریعے ایک عالمگیر بھائی چارے کے نظام میں لانا اُمتِ اسلامیہ کی خصوصیت اور اس کا مقصدِ وحید ہے اور کوئی دوسری اُمت اس کے ساتھ شریک نہیں۔

مرکزی گذارش

تبلیغی جماعت اگرچہ عالمگیر ہو چکی ہے مگر ابھی تک اس کا کام داخلی اصلاح تک محدود ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے ساری انسانیت کو دینِ واحد میں لانے کی فضا کو کسی حد تک تیار کر دیا ہے۔ مگر اس کا آغاز ہونا ابھی باقی ہے۔

فرائض و واجبات کی تعلیم میں ابہام

اگر اُمتِ اسلامیہ کا مقصدِ وحید وہی ہے جو صدر میں بیان کیا گیا ہے اور بلاشبہ یہی مقصد ہے تو پھر یہ قطعاً ضروری ہے کہ اس کے نصب العین اور اس کے اُن فرائض و واجبات کو متعین کیا جائے جن کی طرف اسے ساری نوعِ انسانی کو بنیادی دعوت دینا ہے۔ اس سلسلے میں ایک معین اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ محض شخصی سوچ بچار سے اور محض عوامی سہولتِ کار کے لئے متعین کئے ہوئے "اُصولِ ستہ" کو (جو تبلیغی جماعت کی بنیاد ہیں) ملتِ اسلامی کے ازل سے ابد تک متعین شدہ اُصولِ خمسہ سے یکسر بدل دیا جائے اور انہی پر از سرِ نو ایمان کو تازہ کیا جائے۔ تنظیمِ اُمت کی بنا قطعاً "پنج بنائے اسلام" ہیں، جن پر آج تک اجماعِ اُمت ہے۔ انہیں محض شخصی صوابدید سے اور عوام کی سہولتِ کار کے تحت اُصولِ ستہ سے بدل دینا، جماعت کی ساری تنظیم کو تنظیمِ امت کی مسلمہ بنیاد سے صاف صاف تضاد کی راہ پر ڈال دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ کسی ایک گروہ کے لئے اپنی صوابدید سے تنظیمِ اُمت کی بنیاد معین کر کے اُس کے مطابق تنظیمِ امت کو جائز قرار دینے کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہر فرد یہ کام کر سکتا ہے۔ یہ بات اساسِ اُمت میں بے حد و حساب اختلافات و تفرقے کو رائج

کرنے کے مساوی ہے۔ لہٰذا تاریخ ملت کے ساتھ اس تاریخ کو ختم کیا جانا ازبس ضروری ہے تاکہ جماعت "اخرجت للناس" کے بند راستے کو کھول سکے اور حضرت خاتم الانبیاء کی عالم گیر دعوت کی نمائندگی کر سکے۔ اگر وہ پیام محمدیؐ کی نمائندگی نہیں کرتی تو پھر وہ صرف ایک فرقہ ہو سکتی ہے اور اس ماڈل پر شخصی آراء پر بے شمار فرقے پیدا کئے جا سکتے ہیں اور ہوتے بھی رہے ہیں۔ اور یہ تفرقہ فی الامت کا راستہ ہے۔ اور اتحادِ اُمت کی راہ کا سب سے بڑا سنگ گراں — اصول خمسہ مدبر کائنات اور حکیم مطلق کے متعین کردہ ہیں۔ اور انہی کی بنیاد پر "خیر امۃ" اور "اخرجت للناس" جیسی اُمت مستحکم ہوئی اور جریدۂ عالم پر انمٹ اسوہ چھوڑ گئی۔ جب کہ اصول ستہ شخصی سوچ بچار ہے۔ اور خود امت کے مختلف طبقوں میں ہدفِ تنقید بنی ہوئی ہے۔

رسالتِ محمدیؐ کا دائرۂ کار

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۨ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الاعراف-۱۵۸) (اے تمام نوعِ انسانی میں تم سب کی طرف اُسی اللہ کی طرف سے رسول ہوں کہ جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے) اور "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (تم ہی بہترین اُمت ہو۔ تمہیں پوری نوعِ انسانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمہارا طریق کار ہے — ان دونوں میں کس قدر مشابہت و یکسانیت ہے۔" وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ" (سورہ سبا-۲۸) (اور ہم نے آپ کو ساری نوعِ انسانی کی طرف بھیجا ہے) تمام انبیائے سابقین کی رسالتیں اصولاً ایک ایک قوم اور ایک ایک ملک کی طرف تھیں۔ اور دوسری قوموں کی طرف مخاطبہ اصولاً مطلوب نہ تھا۔ لیکن حضرت خاتم الانبیاء کا مخاطبہ ساری نوعِ انسانی کی طرف ہے۔ اور قومی دائروں کی اصلاح ثانوی حیثیت رکھتی ہے بلکہ اصلاح کا یہ پہلو از خود بیچ میں آجاتا ہے۔ مثلاً عرب کو مخاطب کرکے قرآن مجید اعلان کرتا ہے۔ "اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (محمد-۳۸) (اگر تم دینِ حق سے رُوگردانی کروگے تو اللہ تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا جو تمہارے جیسے نہ ہوں گے) بلکہ دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "اے اہلِ ایمان! تم میں سے جو قوم بھی دینِ حق سے برگشتہ ہوگی تو اللہ پاک اس کی جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جنہیں اللہ محبوب رکھے گا۔ اور وہ اللہ کو محبوب رکھیں گے۔ مومنوں سے ان کا سلوک نرمی کا اور منکروں سے شدت کا ہوگا۔ اور وہ کسی کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کریں گے۔"

لہٰذا "پنج بنائے اسلام" پر دوبارہ ایمان کو مستحکم کرتے ہوئے یہ جماعت اُمت کے سب صالحین کو اپنے اندر جذب کر سکتی ہے۔ یا کم از کم ان کی دلی ہمدردیاں حاصل کر سکتی ہے۔ اور اُمت کے اندر کی باطل فرقہ واریتوں کو تحلیل کر سکتی ہے جنہیں تحلیل کئے بغیر دینِ واحد اور اُمتِ واحدہ کا کوئی تصور قائم نہیں ہو سکتا۔

باطل فرقہ واریتوں کے مدارج

ان باطل فرقہ واریتوں میں پہلا نمبر اُن لوگوں کا ہے جو اسلام کے فرائض و واجباتِ صحیحہ کا کوئی علم و یقین نہیں رکھتے۔ دین کے نام کی چند خوش فہمیاں ہیں جن سے تمسک کو وہ کُل دین سمجھے ہوئے ہیں۔ اور اُنہیں اپنے ایمان و نجات کے لئے کافی جانتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کا جزو ہیں اس لئے وہ جلدی ہی فرائض و واجبات اُمت سے تمسک کر سکتے ہیں۔ صرف انہیں اس طرف بار بار متوجہ کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ تبلیغی جماعت کی تاریخی کوشش بتاتی ہے۔ اور یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ مسلّماتِ دین سے کسی کا تمسک جس قدر زیادہ ہوتا جاتا ہے اُسی قدر اُس سے لغو اور غیر ضروری باتیں جو اُن کے ہاں ایمان و دین کا مقام حاصل کر چکی ہوتی ہیں وہ از خود چھوٹتی

(باقی ص۲۰ پر)

تحریر: محمد عبدالکبیر گوندل حیدرآباد سندھ

یوم آزادی کی تاریخ ۱۴ اگست یا ۲۷ رمضان المبارک

ذیل کا مضمون رمضان المبارک میں بغرض اشاعت آیا تھا مگر بوجوہ اس کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی۔
مسئلہ اس میں یہ پیش کیا گیا ہے کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو رمضان کا ماہ مبارک تھا۔ اور قدر کی ستائیسویں شب تھی۔ ہمیں اگر یوم آزادی منانا ہی ہے تو ۱۴ اگست کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک کو منانا چاہیئے۔
ہمارے خیال میں یوم منانے کی رسم ہی سرے سے اسلامی نقطۂ نظر سے محل نظر ہے۔ یہ غیر مسلموں کی ہی نقالی ہے اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ غیر مسلموں کی مشابہت سے ہی اجتناب کیا جائے۔ لیکن ہمارے حکمرانوں کے دماغ میں یہ نکتہ اگر نہیں آتا تو کم از کم اس کی تاریخ تو عیسوی کی بجائے قمری مقرر کر لی جائے ——— مضمون میں اسی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔
اب ۱۴ اگست (یعنی یوم آزادی) کی آمد آمد ہے، اس لئے یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے کہ ایک گونہ مناسبت اس مضمون کو ۱۴ اگست کے یوم آزادی سے بھی ہے۔ اللہ کرے کہ ہمارے حکمرانوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔ اور وہ ۱۴ اگست کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک میں نہایت سادگی سے خدا کے حضور سجدۂ شکر بجا لا کر اپنا آزادی کا یوم منائیں اور موجودہ خرافات اور فضولیات سے اجتناب کریں۔ آمین (ادارہ)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ۱۴ اگست کی تاریخ ماہ رمضان المبارک (فتح بدر کے مہینہ) کے مقدس ترین عشرۂ آخری میں جمعۃ الوداع اور لیلۃ القدر کو واقع ہوئی۔ ہماری آزادی کا یہ وقت دن عشرہ اور مہینہ نہایت مبارک تھا لیکن ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا اور نہ اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم اس نعمت پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مقدس ترین مہینے میں اور اس مقدس ترین شب ۲۷ رمضان المبارک اور جمعۃ الوداع کو اپنے خوشیوں اور حصول آزادی کے جشن کے طور پر اختیار کریں۔ افسوس صد افسوس کہ قوم سوتی رہی اور لیڈران کرام اسے تھپکتے رہے۔ جب کبھی کوئی آواز جگانے کے لئے بلند ہوئی تو عاقبت نا اندیش دانشوروں اور حکام نے لایعنی باتوں سے ٹال مٹول کیا لیکن یہ مسئلہ محترم حکیم محمد سعید صاحب نے بھی بڑے زور شور سے شروع کر رکھا ہے مگر حکام اس طرف مائل نہیں ہوئے۔ آج بفضلہ الٰہی اس کے لئے موزوں ترین لمحہ آن پہنچا ہے کہ اس مہم کا آغاز کیا جائے۔ اور حکومت سے اس تبدیلی کو زیر عمل لانے کی درخواست کی جائے۔ بفضل رب کریم آج ہمارا حاکم ایک مسلمان دل کا مالک ہے۔ بعض لوگ یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ اس تبدیلی سے کیا فرق پڑے گا؟ اس کا جواب کئی طرح ممکن ہے۔

(ا) آپ اپنے بچے کا اچھا نام رکھنے کی کوشش اس لئے کرتے ہیں کہ اس میں وہ صفات پیدا ہوں جو اس نام سے وابستہ ہیں۔

(ب) اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ اچھے نام اور اچھے وقت کی تلاش میں صرف اس لئے اہل علم کے پاس جاتے ہیں کہ بہترین وقت اور نام حاصل ہو جائے۔

(ج) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نام رکھنے کے بعد اس کو

صرف اس لئے بدل دینا چاہتے ہیں کہ اس سے بہتر نام مل گیا ہوتا ہے۔

(د) ہمیں بحیثیت مسلمان یہ ہدایت ہے کہ بدشگونی سے سروکار نہ رکھیں اور مسعود و مبارک سے گریز نہ کریں۔

بعض حلقوں کی طرف سے یہ سوالات بھی اٹھائے جائیں گے۔

۱:۔ اب تبدیلی کیسے ممکن ہے جب کہ پہلے ۱۴ اگست مناتے چلے آئے ہیں۔؟

۲:۔ اس طرح کی تبدیلی دوسری اقوام کو پسند نہیں آئے گی۔

۳:۔ ہم کیلنڈر کے حساب سے اس کا قبل از وقت تعین نہیں کر سکیں گے یہ تو چاند کی رؤیت پر منحصر ہوگا۔

اس سلسلے میں گذارش ہے کہ:۔

(۱) جب آپ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں وہی وقت غنیمت ہے۔ آخر آپ اب مشرقی پاکستان کے بغیر بھی تو یوم آزادی مناتے ہیں۔

(۲) آپ کو اپنے بھلے کا خیال ہے یا دوسروں کی پسند کا؟ جو وقت آپ مقرر کریں گے وہ آپ کا یوم آزادی ہے۔ دوسروں پر اسی کی پابندی لازم ہوگی۔ مثلاً ویٹ نام کی جنگ کے دوران کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ جنگ بندی شمسی تاریخ سے نہیں بلکہ قمری سال پر ہوئی تھی۔ آپ میں اپنی بات منوانے کی ہمت ہونا چاہیے۔ مذبذب لوگوں کی بات ماننے پر کبھی کوئی مجبور نہیں ہوتا۔ آپ کی استقامت ہی اپنی بات منوا سکتی ہے۔

کسی کام کو نہ کرنے والوں کے لئے بھی کئی دلائل ہوتے ہیں۔ بہتر کا فیصلہ کرنے کے لئے دل پر ہاتھ رکھنا ہوگا۔ ورنہ کام تو یوں بھی چل ہی رہا ہے۔ مثال کے طور پر ریڈیو اور ٹی وی سے اذان نشر کرنے کے لئے ایک سابقہ حکومت کے وزیر اطلاعات و نشریات سے مطالبہ کیا گیا تو موصوف نے بااختیار ہونے کی حالت میں جواب دیا تھا کہ ایک جگہ ظہر کی نماز ہوتی ہے۔ مگر اسی وقت دوسری جگہ عصر ہوتی ہے۔ کہیں مغرب اور اسی وقت کہیں عشاء۔ لہٰذا یہ کام ناممکن ہے۔ یہ جواب ان کی اپنی بصیرت کے مطابق معقول تھا مگر موجودہ حکومت نے اس پر عمل کر کے اس کو اب صحیح اور موصوف کے خیال کو غلط کر دکھایا ہے۔

لہٰذا ہم جناب صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنی نفاذِ اسلام کی کوششوں میں اس کام کو بھی شامل کر لیں اور قانون میں ضروری گنجائش پیدا فرما کر یوم آزادی کو ۱۴ اگست کی بجائے ۲۷ رمضان کو منانے کا آرڈی نینس جاری فرما کر قبلۂ پاکستان کا قبلہ درست فرما دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے گا۔

ایک شعر کے مفہوم کی وضاحت

ماسٹر محمد خلیل صاحب کوٹ فرید سرگودھا سے رقمطراز ہیں۔

"ہفت روزہ الاعتصام ۲۵ مئی ۸۴ء میں خواجہ عبدالمنان راز کاشمیری کی والدہ کے انتقال کی خبر کے آخر میں یہ شعر درج ہے ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

عقیدے کے لحاظ سے یہ شعر غلط ہے۔ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کیوں کرے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نگہبانی کے لائق نہیں"۔

محترم ماسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ یہ ایک دعائیہ شعر ہے جس کا مفہوم بس اتنا ہے کہ مرحومہ کی قبر ٹھنڈی رہے۔ آسمان کا شبنم افشانی کرنا اور سبزۂ نورستہ کا نگہبانی کرنا مجازی اندازِ بیان ہے ورنہ نہ آسمان خود شبنم افشانی پر قادر ہے نہ سبزہ نگہبانی کا اہل ہے۔ اس شعر میں کسی سے استمداد نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے۔ اگر آپ سکول ماسٹر ہیں تو آپ کے لئے شعر فہمی مشکل نہیں اور اگر نہیں تو یہ کہنا پڑے گا ؏

سخن شناس نہ ای دلبرا خطا اینجاست

(ع۔ ن)

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

الرسائل فی تحقیق المسائل

جمع و ترتیب: عبدالرشید انصاری گوجرانوالہ۔
معیاری کتابت و طباعت، صفحات ۴۹۲، عمدہ کاغذ بہترین جلد
قیمت لاگت پچاس روپے
ناشر: عبدالرشید انصاری، سرفراز کالونی جی ٹی روڈ۔ گوجرانوالہ

ہمارے ہاں تقلید اور عدم تقلید کا مسئلہ ایک عرصے سے وجہ نزاع چلا آرہا ہے۔ حدیث کے مقابلے میں فقہی مکاتب فکر نے بعض مسائل میں قول امام کو اتنا اہم سمجھ رکھا ہے کہ اس کے مقابلے میں صحیح اور مستند احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ مروّجہ چار فقہی مکاتب فکر میں سے شافعی، مالکی اور حنبلی کے مقابلے میں حدیث سے بے اعتنائی کا یہ رویہ حنفی مکتب فکر میں زیادہ واضح اور نمایاں ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں حنفیت کی ترجمانی کی ذمہ داری زیادہ تر دیوبندی حضرات نے لے رکھی ہے۔ اگرچہ ان کے بہت سے اکابر علماء نے صحیح احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے اکثر مسائل خصوصاً رفع الیدین، آمین بالجہر، آٹھ رکعت تراویح اور فاتحہ خلف الامام پر عمل نہ کرنے کے باوجود انہیں درست مانا ہے۔ اور اہل حدیث کی مخالفت کا شیوہ اختیار نہیں کیا مگر ان کے بعض اصاغر سونٹھ کی ایک گانٹھ لئے پنساری بنے بیٹھے ہیں اور اپنے مبلغ علم کی نمائش کے لئے بڑے بڑے دعوے کرتے رہتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک ایسے ہی "پنساری" نے اپنی دکان چمکانے کے لئے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتابچہ تحریر کیا اور اس پر طرّہ یہ کہ اس سنت نبوی کی (معاذ اللہ) تردید اور تغلیط میں زور بیان صرف کرتے ہوئے اس عمل کو سنت ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا تحریری چیلنج کر دیا۔

اگرچہ اس سے پیشتر اس مسئلہ کو متعدد بار صحیح احادیث و آثار سے ثابت کیا جا چکا ہے مگر حنفی دیوبندی حضرات نت نئی موشگافیوں سے باز نہیں آتے۔ مذکورہ "انعامی کتابچے" کے جواب کے لئے ایک مرد حق میدان میں آیا جس نے تن تنہا اس چیلنج کو قبول کیا اور اثبات رفع الیدین میں ۲۲۸ احادیث لے کر عدالت میں حاضر ہو گیا۔ سول جج سیالکوٹ نے اس مسئلے کو ایک پرانا متنازعہ مسئلہ قرار دے کر اس کی درخواست کو خارج کر دیا۔ مگر اس مرد میدان نے ہمت نہ ہاری اور اپنا ذاتی مکان پچاس ہزار روپے میں فروخت کر کے باقاعدہ جہاد کا آغاز کر دیا۔ ایک اپیل ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج سیالکوٹ محترم قاضی مسعود الرحمن کی عدالت میں دائر کر دی اور ڈٹ کر عدالتی کارروائی کا سامنا کیا۔ مقدمے کی سماعت کے دوران "انعامی کتابچے" کے مصنف مولوی ابومعاویہ صفدر جالندھری (فقیر والی ضلع بہاولنگر) کو ہمت نہ ہوئی کہ عدالت میں حدیثوں کا مقابلہ کرے۔ فاضل جج نے ہمارے مجاہد مولوی عبدالرشید انصاری (گوجرانوالہ) کے دلائل و براہین کو نہایت دلجمعی سے سماعت فرمایا اور آخر میں فیصلہ ان کے حق میں دیتے ہوئے مولوی ابومعاویہ کے خلاف ایک ہزار روپے کی ڈگری دے دی۔ اور انصاری صاحب کے جذبۂ خدمت حدیث اور اس راہ میں ان کے ایثار و استقامت کو سراہا۔

مولوی عبدالرشید انصاری صاحب نے اس تمام کارروائی میں دیئے گئے دلائل کو یکجا کر کے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے اور ساتھ ہی دیگر متعلقہ مسائل کو بھی کتاب میں شامل کر کے ۴۹۲ صفحات کی ایک ضخیم جلد شائع کر دی ہے۔

الرسائل فی تحقیق المسائل بلاشبہ ایک نہایت معتبر اور وقیع کتاب ہے جس کے پانچ حصے کئے گئے ہیں۔

۱۔ اسلامی تعلیمات ۹۳ صفحات، ۲۔ حقوق مومن ۲۵ صفحات ۳۔ مقام سنت ۹۹ صفحات، ۴۔ مسئلہ رفع الیدین (احادیث کی روشنی میں) ۱۱۷ صفحات، ۵۔ عدم رفع الیدین کے اڑتیس دلائل ۱۰۳ صفحات۔

اس کتاب کا جزو اعظم مسئلہ رفع الیدین ہے۔ جس میں

عدالت میں پیش کی گئی ۲۲۸ احادیث پر مزید احادیث و آثار جمع کر کے کل ۲۵۵ احادیث سے اثباتِ رفع الیدین کا مبین ثبوت فراہم کیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف واعظین، مناظرین اور خطیب حضرات کے لئے ایک بلند پایہ دستاویز ہے بلکہ عام مسائل میں عموماً اور رفع الیدین میں خصوصاً محققین کے لئے نہایت مفید کتاب ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں جن علماء نے علمی اور قلمی تعاون کیا ہے ان کو انصاری صاحب نے مجاہدین قرار دیا ہے۔ در رہ ان کے ممنونِ احسان ہیں۔ جمع و ترتیب میں انصاری صاحب نے جس دیدہ ریزی، تگ و تاز اور مالی ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ وہ لائقِ تبریک و تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور دنیا میں سرخرو فرمائے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی بات بلا حوالہ نہیں ہے۔ تاہم کتاب میں یہ نقص بھی ہے کہ کئی چیزیں اس میں ایسی آگئی ہیں جو اگرچہ افادیت سے تو خالی نہیں تاہم مسئلہ زیر بحث سے ان کا خاص تعلق نہیں۔ اگر تنقیح و تہذیب سے کام لیا جاتا تو کتاب میں مزید حسن اور جامعیت پیدا ہو سکتی تھی۔ ہماری رائے میں کتاب کا ایک ایسا مختصر ایڈیشن بھی شائع ہونا چاہیئے جس میں کتاب کے صرف دو آخری حصے ہوں جو رفع الیدین کی احادیث اور منکرینِ رفع الیدین کے دلائل کے محاکمہ و جائزہ پر مشتمل ہیں۔

بہرحال کتاب موجودہ صورت میں بھی مفید اور لائقِ مطالعہ ہے۔ اہلِ خیر کو اس کے ناشر کے ساتھ خصوصی تعاون کر کے اس خیر میں حصہ دار بننا چاہیئے۔

بقیہ: قاری محمد اقبال صاحب کا افسوسناک قتل

... قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قتل کی تفصیلات تو اخبار کے مطابق خاصی طویل ہیں ... ان ظالم قاتلوں کی اس سفاکانہ ... جتنی بھی نفرین کی جائے کم ہے۔ یہ بد اطوار اشخاص کسی رحم کے مستحق نہیں۔ انہیں عبرتناک سزا ملنی چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت اس معاملے میں کسی رعایت کا ارتکاب نہیں کرے گی۔ آخر میں ہم قاری صاحب مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دعاء کرتے ہیں۔

بقیہ: تبلیغی جماعت کے زعماء کی خدمت میں

چلی جاتی ہیں۔ " اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ (ھود - ۱۱۴)

" نیکیاں، بدیوں کو محو کر دیتی ہیں۔ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے)

جماعت کی خوبی کا ایک پہلو

یہ جماعت اپنے سلسلۂ تبلیغ میں بحث و مناظرے کے بجائے دعاء، محاسبۂ نفس اور سادہ افہام و تفہیم سے کام لیتی ہے۔ جس نے اس کے افراد کو ہر قسم کی باہمی ... سے پاک و صاف رکھا ہے اور اُمت مسلمہ ...

اطلاعات واعلانات

ادارہ مبلغین ضلع قصور کے پروگرام

۱۰ اگست :۔ خطبہ ہائے جمعۃ المبارک

۱۰ اگست :۔ بونگہ بلوچاں : مولانا حافظ محمد یحییٰ امیر محمدی منڈی کنگن پور۔ مولانا محمد حنیف صاحب۔ حجرہ شاہ مقیم حافظ محمد اصغر راشد۔ مانگا منڈی۔ مولانا عبدالغفور راشد للیانی مصطفیٰ آباد۔ مولانا محمد عباس شاہ

۱۷ اگست۔ رکھانوالہ، مولانا حافظ محمد یحییٰ میر محمدی۔ مسجد فریدیہ قصور، حافظ میاں محمد جمیل ایم۔ اے ٹھینگ موڑ، مولانا عطاء الرحمٰن۔ کاہنہ۔ مولانا حکیم ثناء اللہ سلیم۔ واں رادھا رام۔ مولانا عطاء الرحمٰن عابد

تبلیغی اجلاس : ۱۱ اگست، مولا پور۔ ۱۲ اگست، شاہکوٹ کہنہ۔ ۱۳ اگست، سراں پیراں نزد حجرہ شاہ مقیم۔ ۱۵ اگست، مسجد فریدیہ قصور۔ ۱۶ اگست تمارہ کال (شعبہ نشرواشاعت : ادارہ مبلغین ضلع قصور)

مدارس میں داخلہ

۱:۔ ہمارے مدرسے میں شعبہ حفظ قرآن کا باقاعدہ اجراء ہو چکا ہے۔ بیرونی طلبہ کو رہائش، خوراک اور علاج کے علاوہ ماہوار وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ انشاء اللہ (قاری محمد عباس ظہیر ڈھیانوی مدرس مسجد اہل حدیث جھوک کڑ چک ۴۲۳ ج ب ڈاکخانہ چک ۲۷۴ جھوک دادو تحصیل تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد)

۳:۔ مولانا محمد یحییٰ آف عزیز آباد، دارالحدیث جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور میں مستقل طور پر درجہ ثانی کی کلاسوں کے لیے تشریف لا چکے ہیں۔ جامعہ میں کہنہ مشق اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ بیرونی طلباء کے خورد و نوش کا معقول انتظام ہے۔ فوراً رابطہ قائم کریں۔ (رحمت اللہ ڈوگر ناظم دفتر دارالحدیث جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور ضلع قصور)

۳:۔ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ عرصہ ۳۵ سال سے خانیوال میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ خوبصورت، کھلی پر فضا، پر سکون ماحول، بہترین لائبریری دارالمطالعہ اور بہترین مسجد۔ مدرسہ میں خورد و نوش کا نہایت اعلیٰ انتظام ہے۔ طلبہ کی سیرت و کردار اور تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ علاج معالجہ کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ طلبہ جلد از جلد داخلہ حاصل کریں۔ (ناظم نشریات جمعیت اہل حدیث خانیوال)

پنجابی منظوم کلام منگوائیے

حامیٔ شریعت دین متین ماحیٔ شرک و بدعت مولانا ابراہیم خادم تاندلوی کے دینی پنجابی منظوم کلام طبع ہو کر آ گئے ہیں۔ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔ (خواجہ عطاء الرحمٰن اختر ایم کام۔ ۴۴۴۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

دعائے صحت کی اپیل

جماعت کے معروف عالم مولانا عبدالخالق قدوسی صاحب (مالک مکتبہ قدوسیہ۔ اردو بازار۔ لاہور) مرض یرقان میں کئی ہفتوں سے صاحب فراش ہیں۔ قارئین کرام ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

۲:۔ اسی طرح ایک اور دوست اور ادارے کے مخلص خیر خواہ جناب احمد عبدالخالق صاحب (۱۶ جناح کالونی ملتان روڈ۔ لاہور ۲۵) تقریباً ۳ ماہ سے بعارضہ فالج بیمار ہیں۔ ان کے لیے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ماہانہ سلسلہ وار تبلیغی اشاعت ۶

"الوسیلہ" (مکالمہ کی صورت میں) از عبدالقدوس سلفی۔ لاہور۔ ادارہ عالم اسلامی وعزۃ السلفیہ کی جانب سے مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ حسب ضرورت ہم عدد رسائل

بمع دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں (ملک عبد الصبور طاہر
ناظم ادارہ عالم اسلامی دعوۃ السلفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر)

خطیب و امام کی ضرورت ہے

بنڈہ کے گاؤں بجوہاں باٹھ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں خطیب و امام کی ضرورت ہے۔ صرف شادی شدہ حضرات پتہ ذیل پر ملیں۔ کرایہ آنے والے کے ذمہ ہوگا (محمد مشتاق جیمہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث دینہ ڈاکخانہ باسکو تحصیل و ضلع گجرات)

دھوکہ نہ کھایئے

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ جو ایک معروف دینی درسگاہ ہے۔ اس کے نام سے کچھ لوگ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دے کر چندہ وصول کر رہے ہیں اور رسید جاری نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کی طرف سے صرف ایک سفیر مولوی محمد عبد اللہ صاحب ہیں جن کے پاس مدرسہ کی تصدیق شدہ رسید بک ہوتی ہے۔ لہٰذا کوئی دوست بلاتحقیق کسی کو چندہ نہ دے۔
(محمد احمد لکھوی ناظم دفتر جامعہ محمدیہ اوکاڑہ)

انتقال پُرملال

جامعہ اہل حدیث کے معروف عالم مولانا عبد اللطیف صاحب عتیق بھتری کے لکھتے بیٹھے ۲۳ جولائی ۱۹۸۴ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے راہیٔ ملک عدم ہوگئے۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
اور ان کے والد گرامی اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
(بشیر الٰہی شاگرد علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد، لاہور)

تلاشِ گمشدہ

مولانا محمد صاحب خطیب دھیروا ڈوگراں ضلع شیخوپورہ کا بیٹا محمد عباس دماغی عدم توازن کے باعث ۲۷ جولائی ۸۴ء سے گھر سے لاپتہ ہے اس کی عمر بیس سال، داڑھی سیاہ، رنگ گندمی شلوار قمیص پہنے ہوئے ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملے تو پتہ ذیل پر مطلع فرمائیں (مولانا محمد صاحب خطیب جامع اہلحدیث۔ دھیروا ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ)

نتائج وفاق المدارس السلفیہ (اہلحدیث) پاکستان

وفاق المدارس السلفیہ اہل حدیث پاکستان کے سالانہ امتحان ستمبر ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ

ملک بھر سے تقریباً چالیس مدارس اور جامعات کے طلباء و طالبات نے شرکت کی مجموعی طور پر نتیجہ قابل تحسین رہا۔ اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے محمد زکریا رول ع ۱۰۴۷ نے ۴۹۰/۶۰۰ نمبر حاصل کر کے پورے وفاق میں اول پوزیشن حاصل کی جب کہ مدرسہ دار الحدیث اوکاڑہ کے حفظ الرحمن رول ع ۱۱۵۵ نے ۴۸۸/۶۰۰ نمبر لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے عبد القادر رول نمبر ع ۱۰۰۳ نے ۴۶۱/۶۰۰ نمبر حاصل کر کے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ نعمانی کتب خانہ لاہور کے مدیر جناب مولانا بشیر احمد نعمانی نے وفاق کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے تین طلباء میں علی الترتیب ۵۰۰/-، ۳۰۰/-، ۲۰۰/- روپے بطور انعام تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔
(محمد حسن سعید ناظم وفاق المدارس السلفیہ اہل حدیث پاکستان ۱۰۶ - راوی روڈ - لاہور)

مولانا محمد حنیف ندوی مدظلہ کے اعزاز میں تقریب

۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء کو ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے مولانا محمد حنیف ندوی مدظلہ کی علمی اور دینی خدمات کے اعتراف میں واپڈا آڈیٹوریم لاہور میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ اس تقریب میں ملک کے نامور اہل علم، مفکر اور دانشور موجود تھے۔ مولانا ندوی کی خصوصی دعوت پر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ بھی اپنی تمام تر جسمانی نقاہت اور کمزوری صحت کے باوصف اس تقریب میں شامل ہوئے۔ تقریب کے مہمان خصوصی وفاقی وزیر تعلیم ڈاکٹر محمد افضل تھے جب کہ مقالہ نگاروں میں پروفیسر وارث میر، پروفیسر تحسین فراقی، ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی، مولانا محمد اسحاق بھٹی قابل ذکر ہیں۔

وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب نے اپنی تقریر میں مولانا کی علمی اور دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے علاوہ صدر مملکت کی طرف سے دس ہزار روپے کا چیک بھی مولانا کی خدمت میں پیش کیا جو ایک سربراہ حکومت کی طرف سے علماء کی قدر افزائی کا بین اعتراف تھا۔

تمام مقررین نے مولانا ندوی کی علمی شخصیت اور فضیلت کا برملا اعتراف کیا اور ان کی خدمات کا ذکر کھلے دل و دماغ سے کیا۔ مولانا موصوف کی گوناگوں خوبیوں میں ان کی برجستہ گوئی اور شگفتہ بیانی بھی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا محمد اسحاق بھٹی نے بہت سے لطائف و ظرائف بیان کئے جن سے حاضرین نہایت محظوظ ہوئے۔ — مولانا ندوی ایک بلند پایہ دینی عالم، ایک وسیع المطالعہ خطیب، ایک صاحب طرز ادیب اور ایک سربرآوردہ مصنف ہیں۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں ادارہ ثقافت اسلامیہ کی یہ تقریب نہایت بروقت اور پروقار تھی جس نے اہل علم کی قدر افزائی کے اعتراف کی روایت برقرار رکھی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر اور صحت میں برکت فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ [illegible] بجالانے کی توفیق عطا فرمائے (ادارہ الاعتصام)

ترجمہ قرآن کی تکمیل پر تقریب

حافظ قاری عبدالسلام ظفر مدرسہ مصباح القرآن کے فارغ التحصیل ہیں۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد انہوں نے دارالدعوۃ السلفیہ کے سرپرست حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ سے ترجمہ قرآن پڑھنا شروع کر دیا تھا جو چند روز قبل اختتام پذیر ہوا۔ قاری عبدالسلام نے اس سلسلے کچھ علماء کو مدعو کر کے دارالدعوۃ السلفیہ کی مسجد میں تقریب منعقد کی۔ تقریب کا آغاز قاری محمد اسماعیل صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیزی نے موقع کی مناسبت سے اپنے ارشادات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ حافظ صاحب موصوف کے بعد حافظ عبدالوحید صاحب نے تاثیر قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آخر میں مولانا محمد اجمل خاں صاحب نے ضرورت قرآن، فضائل قرآن، تفسیر قرآن، غرض قرآن کی ہمہ پہلو بحث و افادیت پر عالمانہ اور پرمغز خطاب فرمایا۔ مولانا صاحب سے حاضرین نہایت درجہ مستفید ہوئے۔

تقاریر کے بعد یہ تقریب سعید حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ العالی کی دعائے خیر پر اختتام پذیر ہوئی۔

آخر میں حاضرین کی تواضع مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔

(ناظم نشر و اشاعت دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور)

AL-AITISAM
ملکی صنعت کو فروغ دیجئے
ٹائیلٹ سوپ
سپیشل سوپ
ٹائیلٹ سوپ
ٹائیلٹ سوپ
تیار کردہ
پنجاب سوپ فیکٹری
سٹین
یونین فین
اعلے کوالٹی اور پائیداری میں بے مثال
پیکو پنکھے
دستیاب ہیں